مولانا حکیم محمد عبد الغفور صاحبؒ رمضان پوری بہاری

مفید الاحناف

قسط نمبر ۱

ایک صورتِ ائتلاف!

اصل دین یہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد سامنے آتا ہے تو مسلمان لومۃ لائم سے بے نیاز ہو کر اس کے سامنے جھک جائے۔ اسلاف اور بزرگوں کا یہی طریقہ تھا۔ مندرجہ بالا مضمون یعنی مفید الاحناف اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ یہ سب حنفی بزرگ تھے لیکن جب ان کے سامنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح حدیث آگئی تو انہوں نے مسلکی تعصب کو جگہ نہیں دی۔ بلکہ ایک سچے مومن اور خدا سے ڈرنے والے ایک بندہ حنیف اور مخلص مسلم کی طرح قرآن و حدیث کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اللہ تعالیٰ ان پاکباز بزرگوں اور اپنے نیک بندوں پر اپنی رحمت کی بارش کرے جنہوں نے یہ "اسوۂ حسنہ" پیش کر کے مسلمانوں کو سیدھی راہ دکھائی۔

بات مسئلے کی نہیں، فکر و نظر کی ہے، خدا کے سچے غلام مسئلے کو نہیں دیکھتے، خدا اور رسولؐ کو دیکھتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے بتا دیا۔ اس نے کہا۔ آپ کے ابا جان حضرت عمر فاروقؓ تو یوں فرماتے ہیں۔ فرمایا۔ "اتباع رسولؐ کا چاہیے یا میرے ابا جان کا؟" اس نے کہا۔ رسول پاکؐ کا۔ آپ نے اس پر فرمایا۔ تو پھر رسول پاک نے تو ایسا ہی کیا ہے[1] ——— بس اسی فکر و نظر کی ہے۔ اگر یہ کسر پوری ہو جائے۔ تو دنیا و آخرت کی سرفرازی کچھ زیادہ دور نہیں رہ جاتی۔

(ادارہ)

اعتذار :- مدیر "محدث" کی علالت کے سبب سے عربی عبارتوں کا لفظی ترجمہ بامحاورہ ہونے سے رہ گیا ہے

[1] الترمذی (باب ماجاء فی التمتع)

سوال

منہ اور ناک میں ایک ہی دفعہ پانی دینا دورانِ وضو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب

جائز ہے اور مسنون۔ رد المختار المعروف بشامی مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ حاشیہ درمختار کے صفحہ ۱۲۰ میں ہے۔

فی البحر عن المعراج ان ترك التکرار مع الامکان لا یکرہ وایدہ فی الحلیة بانه ثبت عنه صلی اللہ علیه وسلم انه تمضمض واستنشق مرة کما اخرجه ابوداؤد

یعنی بحر الدقائق میں معراج سے نقل کیا ہے کہ وضو میں دو بار یا تین بار دھونے کو چھوڑ دینا باوجود قدرت کے مکروہ نہیں اور تائید کی ہے اس کی حلیہ میں ساتھ اس بات کے کہ ثابت ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہ آپؐ نے کلی کی اور ناک میں پانی دیا ایک ہی دفعہ جیسا کہ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا۔

سوال

مسواک کرنا جیسا کہ وقتِ وضو کرنے کے مستحب ہے۔ اسی طرح وقت ہر نماز پڑھنے کے قبل بھی مستحب ہے یا نہیں ؟

جواب

مستحب ہے چنانچہ رد المختار کے صفحہ ۱۱۸ میں لکھا ہے۔

انه مستحب فی جمیع الاوقات ویوکد استحبابه عند قصد الوضوء فیسن ویستحب عند کل صلوٰة اھ وممن صرح باستحبابه عند الصلوٰة ایضاً الحلبی فی شرح المنیة الصغیر وفی هدیة ابن العماد ایضاً وفی التتارخانیة عن التتمة ویستحب السواک عندنا عند کل صلوٰة ووضوء

یعنی بہ تحقیق مسواک کرنا مستحب ہے سب وقتوں میں اور موکد ہے مستحب ہونا اس کا وقت ارادہ کرنے وضو کے پس مسنون یا مستحب ہے نزدیک ہر نماز کے الخ اور جنہوں نے تصریح کی

ہے ساتھ مستحب ہونے مسواک کے وقت نماز کے ان میں سے ایک حلبی ہے شرح منیہ میں
اور ہدیۂ ابن العماد میں بھی اور تتارخانیہ میں تتمہ سے نقل کیا ہے کہ مستحب ہے مسواک کرنا
نزدیک ہمارے وقت ہر نماز اور وضو کے الخ

اور عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ملک العلماء مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔

ووقته فی الوضوء عند المضمضة ویستحب ایضا عند کل صلوٰۃ اھ

یعنی اور وقت مسواک کرنے کا وضوء میں وقت کلی کرنے کے ہے اور نیز مستحب ہے وقت ہر نماز کے الخ

سوال

اذان میں وقت سماع اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے دونوں ابہامِ دست کے ناخن کو دونوں آنکھوں پر رکھ کر چومنا مرفوعاً مروی و صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب

مرفوعاً کچھ بھی صحیح نہیں۔ ردالمحتار کے صفحہ ۴۱۳ میں ہے۔

ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیٔ

یعنی پھر کہا کہ صحیح نہیں ہے بیچ حدیث مرفوع کے کچھ بھی اس سے

مولانا محمد عبدالحی قدس سرہ نے سعایہ میں لکھا ہے۔

والحق ان تقبیل الظفرین عند سماع الاسم النبوی فی الاقامۃ وغیرھا کلما ذکر اسمه علیه الصلوٰۃ والسلام مما لم یرد فیه خبر ولا اثر ومن قال به فهو المفتری الاکبر فهو بدعة شنیعة لا اصل لها فی کتب الشریعة ومن ادعی فعلیه البیان الخ

اور حق یہ ہے کہ چومنا دونوں ناخنوں کا سننے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقامت وغیرہ میں جب کہ ذکر کیا جائے نام آپ کا اس قسم سے ہے کہ نہیں وارد ہوئی ہے اس میں کوئی خبر اور نہ کوئی اثر اور جو شخص قائل ہو اس کا وہ مفتری بڑا ہے۔ پس ناخن کا چومنا بری بدعت ہو نہیں اصل اس کی

کتب شریعت میں اور جو کوئی دعوٰے کرے ناخن چومنے کی سنت ہونے کا اس پر واجب ہے دلیل لانا۔

سوال

دعاء بعد الاذان میں لفظ والدرجۃ الرفیعۃ کی اصل ہے یا نہیں؟

جواب

نہیں۔ ردالمحتار کے صفحہ ۳۱۴ میں شرح منہاج ابن حجر سے نقل کیا ہے:

وزیادۃ والدرجۃ الرفیعۃ وختمہ بیا ارحم الراحمین لا اصل لھما

یعنی زیادہ کرنا لفظ والدرجۃ الرفیعۃ کا اور ختم کرنا اس کا لفظ یاارحم الراحمین کے نہیں اصل ہے واسطے ان دونوں کے

سوال

نماز میں نیت زبان سے کرنا بدعت ہے یا نہیں؟

جواب

بدعت ہے، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول مکتوب صد وہشتاد وششم[۱۸۶] میں تحریر فرماتے ہیں:

"وہم چنیں ست آنچہ علماء در نیت نماز مستحسن داشتہ اند کہ باوجود ارادۂ قلب بزبان نیز باید گفت وحالانکہ ازاں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ثابت نشدہ نہ بروایت صحیح و نہ بروایت ضعیف و نہ از اصحاب کرامؓ وتابعین عظامؒ کہ بزبان نیت کردہ باشند بلکہ چوں اقامت مے گفتند تکبیر تحریمہ مے فرمودند پس نیت بزبان بدعت باشد آہ۔"

اور مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ نے عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے:

احدھا الاکتفاء بنیۃ القلب وھو مجزی اتفاقا وھو الطریقۃ المشروعۃ الماثورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلم ینقل عن احد

منهم التكلم بنويت او انوى صلوٰة كذا فى وقت كذا او نحو ذٰلك كما حققه ابن الهمام فى فتح القدير وابن القيم فى زاد المعاد

کہ پہلا اس کا اکتفار کرنا ہے ساتھ نیت دل کے اور دل کی نیت کافی ہے بالاتفاق اور یہی طریقہ مشروع اور منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے اور ان میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہوا کہ انہوں نے زبان سے یوں کہا ہو کہ نیت کی میں نے یا نیت کرتا ہوں میں فلاں نماز کی فلاں وقت میں اور نہ مثل ان الفاظ کے کوئی اور لفظ کہتے۔ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں اور ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں ایسا ہی تحقیق کیا ہے

اور مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ نے "آکام النفائس" میں ارقام فرمایا ہے۔

(تنبیه) كثيرا ما سئلت عن التلفظ بالنية هل ثبت ذلك من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه وهل له اصل فى الشرع فاجبت بانه لم يثبت ذٰلك من صاحب الشرع ولا من احد من اصحابه الخ

کہ زبانی نیت کرنے کا مسئلہ مجھ سے بہت دفعہ پوچھا گیا کہ آیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے ثابت ہے یا نہیں اور آیا شرع میں اس کی کوئی اصل بھی ہے تو میں نے یہی جواب دیا کہ نہ تو شارع علیہ السلام ہی سے یہ ثابت ہوا اور نہ ان کے صحابیوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوا۔

اور مولانا محمد عبدالحی مغفور نے سعایہ میں تحریر فرمایا ہے۔

نقل فى المرقاة عن زاد المعاد فى هدى خير العباد لابن القيم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلوٰة قال الله اكبر ولم يقل شيئا قبلها ولا تلفظ بالنية ولا قال اصلى كذا مستقبلا للقبلة اربع ركعات اماما او ماموما ولا قال اداءً ولا قضاء ولا فرض الوقت وهذه بدع لم ينقل عنه احد قط لا بسند صحيح ولا بسند ضعيف ولا مسند ولا مرسل بل ولا عن

احد من اصحابہ وما استحبہ احد من التابعین ولا الائمۃ الاربعۃ الخ وفی فتح القدیر قال بعض الحفاظ لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق صحیح ولا ضعیف انہ کان یقول عند الافتتاح اصلی کذا ولا عن احد من التابعین بل المنقول انہ اذا قام الی الصلوٰۃ کبر فھذہ بدعۃ

یعنی مرقاۃ میں ابن قیمؒ کی کتاب "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد" سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے اور اس سے پہلے کچھ نہ فرماتے اور نہ زبانی نیت کرتے اور نہ یوں کہتے کہ میں فلاں نماز کی چار رکعت کعبہ کی طرف منہ کر کے امام یا مقتدی ہو کر پڑھتا ہوں اور نہ ادا یا قضا یا فرض کا نام لیتے اور یہ سب بدعات ہیں کسی نے آپؐ سے کبھی نقل نہیں کیا۔ نہ سندِ صحیح سے اور نہ سندِ ضعیف سے اور مسند سے اور نہ مرسل سے بلکہ آپؐ کے صحابہ میں سے بھی کسی سے منقول نہیں ہوا اور تابعین میں سے بھی کسی نے اس کو مستحب نہیں کہا اور نہ چاروں اماموں نے الخ۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ بعض حفاظِ حدیث نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تو صحیح طریق سے ثابت ہوا ہے اور نہ ضعیف سے کہ آپؐ شروع نماز کے وقت کہتے ہوں کہ میں فلاں نماز پڑھتا ہوں اور نہ تابعین میں سے کسی سے ثابت ہوا بلکہ آپؐ سے تو یہی منقول ہوا ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے۔ لہٰذا یہ بدعت ہے۔

سوال

نماز میں دونوں ہاتھ سینہ پر باندھنا کسی معتمد صوفی حنفی کا فعل ہے یا نہیں؟

جواب

ہے۔ مولوی شاہ نعیم اللہ بھڑائچی در معمولات کہ در احوال شیخ میرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ تالیف کردہ مے نویسند:

"معمول چنیں بود کہ صلوٰت خمسہ را در اوقاتِ مخصوصہ و مستحبہ ادا مے نمودند در غایت

اعتدال رکوع و سجود و قیام و قعود و قومہ و جلسہ بجائے آوردند و مے فرمودند کہ شریعت عبارت از ہمیں اعتدال و اقتصاد ست و دست را برابر سینہ مے بستند و مے فرمودند کہ ایں روایت ارجح است از روایاتِ زیر ناف۔ اگر کسے گوید کہ دریں صورت خلافِ حنفیہ بلکہ انتقال از مذہب بمذہب لازم مے آید۔ گویم بموجب قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اذا[1] ثبت الحدیث فھو مذھبی از انتقال در مسئلہ جزئی خلاف مذہب لازم نمے آید بلکہ موافقت در موافقت است"

ابجد العلوم میں ہے :۔

ومن اجلۃ اصحابہ المتاخرین الشیخ شمس الدین العلوی من ذریۃ محمد ابن الحنفیۃ المعروف بمیرزا مظہر جانجاناں کان ذا فضائل کثیرۃ و قرء الحدیث علی الحاج السیالکوتی و اخذ الطریقۃ المجددیۃ عن اکابر اھلھا کان لہ فی اتباع السنۃ و القوۃ الکشفیۃ شان عظیم ولہ شعر بدیع و مکاتیب نافعۃ وکان یری الاشارۃ بالمسبحۃ و یضع یمینہ علی شمالہ تحت صدرہ و یفتوی قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام عام ی فاتہ عاش حمیدا مات شہیدا اھ

یعنی ان کے اجل اصحاب متاخرین میں سے شیخ شمس الدین علوی رحمہ اللہ ہیں جو محمد بن حنفیہ کی اولاد ہیں اور میرزا مظہر جانجاناں کے نام سے مشہور ہیں۔ بہت فضیلتیں رکھتے تھے اور انہوں نے حاجی سیالکوٹی سے حدیث پڑھی اور طریقہ مجددیہ کو اس کے اکابر اصحاب سے اخذ کیا۔ اتباع سنت اور قوت کشفیہ میں بڑی شان رکھتے تھے اور ان کے اشعار عجیب اور مکتوبات نافعہ ہیں اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے قائل تھے اور سینے کے نیچے ہاتھ باندھنے اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو فتوی فرماتے۔ ان کی وفات کا سال تاریخی "عاش حمیدا مات شہیدا" ہے۔

---

[1] جب حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

اور مصباح الہدایہ ترجمۂ عوارف میں ہے:۔

"ومیانِ سینہ وناف دستِ راست برچپ نہد آہ"

سوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا جس طرح قبل سورۂ فاتحہ کے نماز میں پڑھنا سنت ہے۔ اسی طرح نماز میں اس کا درمیان فاتحہ وسورۃ کے پڑھنا حسن ہے یا نہیں

جواب

حسن ہے۔ ردالمحتار کے صفحہ ۵۱۱ میں ہے:۔

صرح فی الذخیرة والمجتبی بانه ان سمی بین الفاتحة والسورة المقروءة سرا او جهرا کان حسنا عند ابی حنیفة رحمه الله ورجحه المحقق ابن همام وتلمیذه الحلبی لشبهة الاختلاف فی کونها اٰیة من کل سورة بحر اھ

یعنی تصریح کی ہے ذخیرہ اور مجتبےٰ میں اس بات کی کہ اگر بسم اللہ پڑھے درمیان سورہ فاتحہ اور سورت کے جو پڑھی گئی آہستہ یا جہر سے ہوگا بہتر نزدیک امام اعظمؒ کے اور ترجیح دیا ہے، اس کو محقق ابن ہمام اور شاگرد ان کے حلبی نے واسطے شبہہ اختلاف کے بیچ ہونے بسم اللہ کے آیت ہر سورت سے نقل کیا ہے اس کو بحرالدقائق سے

اور عمدۃ الرعایہ میں ہے:۔

اما عدم الکراهة فمتفق علیه ولهذا صرح فی الذخیرة والمجتبی بانه لو سمی بین الفاتحة والسورة کان حسنا عند ابی حنیفة رحمه الله سواء کانت السورة مقروءة جهرا او سرا الخ

لیکن نہ مکروہ ہونا بسم اللہ کے پڑھنے کا پس اتفاق کیا گیا ہے اس پر اور اسی لیے ذخیرہ اور مجتبےٰ میں تصریح کی ہے بایں طور کہ اگر بسم اللہ پڑھے درمیان سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے ہوگا بہتر نزدیک ابوحنیفہؒ کے خواہ وہ سورت پڑھی گئی ہو بآواز یا آہستہ الخ

سوال

سورۂ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا کیسا ہے

جواب

قراءۃ فاتحہ خلف الامام کو کتب فقہیہ میں احتیاطاً مستحسن لکھا ہے۔ چنانچہ مجتبیٰ شرح قدوری میں ہے:

فی شرح الکافی للبزدوی ان القراءۃ خلف الامام علی سبیل الاحتیاط حسن عند محمد ومکروہ عندھما وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ لا باس بان یقرء الفاتحۃ فی الظہر والعصر وبما شاء من القرآن اھ

یعنی بزدوی کی شرح کافی میں یہ ہے کہ پڑھنا پیچھے امام کے احتیاطاً حسن ہے نزدیک امام محمدؒ کے اور مکروہ ہے امام ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ کے نزدیک اور روایت ہے ابوحنیفہؒ سے یہ کہ نہیں مضایقہ ہے اس میں کہ پڑھے سورۂ فاتحہ ظہر اور عصر میں اور جو کچھ چاہے قرآن سے،

در بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

ویستحسن ای قراءۃ المقتدی الفاتحۃ احتیاطا ودفعا للخلاف فیما روی بعض المشائخ عن محمد رحمہ اللہ وفی الذخیرۃ لو قرء المقتدی خلف الامام فی صلوۃ لا یجہر فیہا اختلف المشائخ فیہ فقال ابوحفص وبعض مشائخنا لا یکرہ فی قول محمد واطلق المصنف کلامہ ومرادہ فی حالۃ المخافتۃ دون الجہر وفی شرح الجامع للامام رکن الدین علی السغدی عن بعض مشائخنا ان الامام لا یتحمل القراءۃ عن المقتدی فی صلوۃ المخافتۃ

اور مستحسن ہے یعنی پڑھنا مقتدی کو سورۂ فاتحہ احتیاطاً اور واسطے دور کرنے خلاف کے اس میں کہ روایت کیا ہے بعض مشائخ نے محمدؒ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر پڑھے مقتدی پیچھے امام کے اس نماز میں جس میں جہر نہیں کیا جاتا ہے اختلاف کیا مشائخ نے بیچ اس کے پس کہا ابوحفص اور بعض مشائخ نے ہمارے نہیں مکروہ ہے بیچ قول محمدؒ کے اور مطلق ذکر

کیا مصنف نے کلام کو ان کے اور مراد ان کی حالت قرارت سری میں ہے نہ جہری میں اور امام رکن الدین علی سغدی کی شرح جامع میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ سے مروی ہے کہ نماز سری میں امام متقدی کی قرارت کو اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔۱۲

اور ہدایہ میں ہے:

ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمد رحمہ اللہ اھ

اور احتیاط کی نظر سے پڑھنا مستحسن ہے بموجب اس قول کے جو امام محمدؒ سے مروی ہے ۱۲

اور علینی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

وبعض مشائخنا یستحسنون ذلک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوٰۃ و بعضھم فی السریۃ فقط وعلیہ فقھاء الحجاز والشام اھ

یعنی بعض مشائخ ہمارے مستحسن سمجھتے ہیں پیچھے امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے کو از راہ احتیاط کے سب نمازوں میں اور بعض مشائخ نماز آہستہ والی میں اور اسی پر ہیں فقہاء حجاز اور شام کے الخ

اور ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:

الامام محمد من ائمتنا یوافق فی القراءۃ خلف الامام فی السریۃ اھ

امام محمدؒ ہمارے اماموں میں سے موافقت کرتے ہیں امام شافعیؒ کی بیچ پڑھنے سورۂ فاتحہ کے پیچھے امام کے نماز سریہ میں ۱۲

اور عبدالوہاب شعرانی نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے:

لابی حنیفۃ ومحمد قولان: ——— احدھما عدم وجوبھا علی الماموم ولا یسن لہ وھذا قولھما القدیم وادخلہ محمد فی تصانیفہ القدیمۃ و انتشرت النسخ الی الاطراف و ثانیھما استحسانھا علی سبیل الاحتیاط وعدم کراھتھا عند المخافتۃ للحدیث المرفوع لا تفعلوا الا بام القرآن و

فی روایۃ لا تقرؤا بشیء اذا جھرت الا بام القرآن وقال عطاء کانوا یرون علی المأموم القراءۃ فیما یجھر فیہ الامام وفیما یسر فرجعا من قولھما الاول الی الثانی احتیاطا ۱ھ

کہ امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ کے دو قول ہیں پہلا نہ واجب ہونا قراءۃ فاتحہ کا اوپر مقتدی کے اور نہ مسنون ہونا واسطے اس کے اور یہ قولِ قدیم ہے ان دونوں کا اور داخل کیا اس کو محمدؒ نے اپنی تصانیفِ قدیمہ میں اور مشتہر ہوئے نسخے اطراف میں۔ دوسرا مستحسن ہونا قراءۃ فاتحہ کا ازراہِ احتیاط کے اور نہ مکروہ ہونا وقت آہستہ پڑھنے کے بسبب حدیثِ مرفوع کے کہ نہ کرو قراءۃ مگر ساتھ سورۃ فاتحہ کے اور ایک روایت میں ہے نہ پڑھو کچھ جس وقت باآواز بلند پڑھوں میں قرارت مگر سورۃ فاتحہ اور کہا عطاء نے تھے یعنی صحابہ قائل اس بات کے کہ مقتدی قراءۃ کرے اس نماز میں کہ باآوازِ بلند پڑھتا ہے امام اور اس میں کہ آہستہ پڑھتا ہے۔ پس رجوع کیا دونوں نے یعنی امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ نے اپنے قول اول سے طرف قول ثانی کے احتیاطاً الخ

اور ملا جیونؒ نے تفسیر احمدی میں تحریر کیا ہے:

فان رایت الطائفۃ الصوفیۃ والمشائخین الحنفیۃ تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحۃ للمؤتم کما استحسنہ محمد ایضاً احتیاطا

پس اگر دیکھے تو گروہِ صوفیہ اور مشائخینِ حنفیہ کو دیکھے گا تو ان کو کہ اچھا جانتے ہیں پڑھنا سورۃ فاتحہ کا واسطے مقتدی کے جیسا کہ مستحسن جانا سورۃ فاتحہ پڑھنے کو امام محمدؒ نے بھی از روئے احتیاط کے

اور حضرت شاہ شیخ شرف الدین بہاری قدس سرہٗ کے ملفوظات مسمیٰ بخوان پر نعمت میں ہے:

"ازیں جا بازبیچارہ عرض داشت کہ قرارتِ فاتحہ خلف الامام مقتدی را وعید است آنجا چہ کند فرمود قرارت فاتحہ بکند ومشائخ ہم مے خواندند الخ

ابجد العلوم میں تحت ترجمہ حضرت میرزا جانجاناں رحمہ اللہ تعالیٰ کے لکھا ہے:

و یفتوی قراءة الفاتحة خلف الامام الخ

اور فتوٰی دیتے تھے پڑھنے سورۂ فاتحہ کو پیچھے امام کے الخ

عمدۃ الرعایہ میں مولانا عبدالحی لکھنوی مغفور تحریر فرماتے ہیں :-

و منہم من تفوہ بفساد صلوٰۃ المقتدی بہا و ھو قول شاذ مردود و روی عن محمد انہ استحسن قراءۃ الفاتحۃ للمؤتم فی السریۃ و روی مثلہ عن ابی حنیفۃ صرح بہ فی الہدایۃ والمجتبٰی شرح مختصر القدوری وغیرھما و ھذا ھو مختار کثیر من مشائخنا و علی ھذا فلا یستنکر استحسانہا فی الجہریۃ ایضاً اثناء سکتات الامام بشرط ان لا یخل بالاستماع الخ

اور بعض فقہاء میں وہ شخص ہے کہ بجا اس کی ہے اس نے ساتھ فاسد ہونے نماز مقتدی کے بسبب قراءۃ فاتحہ کے اور یہ قول شاذ مردود ہے اور روایت کیا گیا ہے امام محمدؒ سے یہ کہ مستحسن جانا ہے انہوں نے پڑھنا سورۂ فاتحہ کا واسطے مقتدی کے نماز آہستہ میں اور روایت کیا گیا ہے مثل اس کے امام ابوحنیفہؒ سے تصریح کی اس کی ہدایہ و مجتبٰی شرح مختصر قدوری میں اور یہ مختار اکثر مشائخین ہمارے کا ہے اور بنابراس کے پس نہیں انکار کیا جا سکتا مستحسن ہونا سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نمازِ جہریہ میں بھی درمیان سکتات امام کے بشرطیکہ مخل نہ ہو سننے میں

ایجنسی کمیشن

ایجنٹ حضرات کو حسب ذیل کمیشن دیا جاتا ہے :-

ماہانہ ۲۵ عدد سے کم پر	۲۵٪
ماہانہ ۲۵ یا اس سے زائد پر	۳۳٪

بقیہ تفصیلات بے براہِ راست خط و کتابت سے طے کریں

(ادارۂ محدث)